سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب بیٹی کو زندہ درگور کرنے کا قصہ۔ تحقیق و تجزیہ

THE STORY OF BURYING THE DAUGHTER OF SYYEDNA OMAR ALIVE A CRITICAL ANALYSIS

ڈاکٹر عثمان احمد *

Abstract:
In some Arab tribes, it was customary to bury the daughters alive. This evil of filicide was eradicated after the advent of Islam. Among those who converted to Islam were those who committed this evil in the days of ignorance. Strong repentance as a result of embracing Islam was the removal for all past sins. However, some Islamic historians and writers falsely attributed an incident to Omar (r.a) that he buried a daughter alive. Even if there was proof of this act, it would not be permissible to mention it as his crime, but it is more wrong to fabricate a story. The article has been written in analytical mode. The analysis has been extended in three dimensions; firstly verifying the authenticity of the report, secondly: It is examined whether Hazrat Omar's tribe had ever been involved in the evil practice of killing daughters. Thirdly: What are the errors in the text of the narration which cannot be accepted rationally?

Keywords: Omar, Burying Custom, Arabs before Islam, Tribe

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی دعاو مراد تھے۔[۱] دور جاہلیت میں بھی صاحبِ جلال و جبروت تھے[۲] اور اسلام لانے کے بعد أَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللَّهِ عُمَرُ کی نبوی سند سے سرفراز ہوئے۔[۳] رسول اللہ ﷺ کے فرمان "خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ"[۴] کا مصداق اتم تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا گیا ہے کہ انہوں نے عہد جاہلیت میں بیٹی کو زندہ دفن کیا اور اس پر بعد میں تاسف کا اظہار کرتے تھے۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ حالتِ کفر کے افعال و اقوال، اسلام قبول کرنے کے بعد باعث طعن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سوتیلی ماؤں سے نکاح کے معاملے پر فرمادیا کہ جو ہو چکا سو ہو چکا اس پر کوئی طعن و تاوان نہیں۔

’’وَلا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلاَّ مَا قَدْ سَلَفَ‘‘

(نہ نکاح کرو ان سے جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہو مگر جو ہو چکا سو ہو چکا۔)

* اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

اس لیے بفرضِ محال اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عہد جاہلیت میں اپنی بیٹی کو زندہ دفن کیا ہو تا تو تب بھی اسلام لانے کے بعد اس پر گرفت اور طعن ناروا تھا کجا کہ یہ معاملہ سرے سے وقوع پذیر ہی نہ ہوا ہو اور ان سے غلط طور پر منسوب کر دیا جائے۔ آئندہ سطور میں اس قصہ کا جائزہ لیا جائے گا اور اس کی حقیقت کو واضح کیا جائے گا۔

یہ روایت اہل السنۃ و الجماعۃ کی کتب تاریخ، کتب رجال اور کتب سیر و سوانح میں موجود نہیں ۔ سید نعمت اللہ الجزائری(۵) نے پہلی مرتبہ اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے جس کے بعد اس کو نقل کیا جانے لگا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب انوار النعمانیہ میں لکھا ہے۔

''وقدحكي عمربن الخطاب فيماروي عنه انه قال أدركني الرقة على ابنة لي في اعصار الجاهلية، وذالك اني امرت بان يحفرلها قبر لادفنها فيه،فلما اتيت بها الى القبر، كان الحفار يخرج التراب من القبر فتناولت منه التراب، فعلق بعض التراب بلحيته، فأخذت البنت تنفضه منها فرققت بها، ثم دفنتها وهي حية، فلما جاء الاسلام أبطل تلك الامور وعطلها''(٦)

(عمر بن الخطاب سے منقول روایات میں ہے کہ انہوں نے کہا: از منۂ جاہلیت میں اپنی بیٹی کے لیے مجھ پر شدید رقت طاری رہی تھی۔ معاملہ اس طرح ہوا کہ میں نے حکم دیا کہ اس کے لیے گڑھا کھودا جائے تاکہ میں اسے اس میں دفن کر سکوں۔ میں اس لڑکی کے ساتھ قبر کے پاس پہنچا۔ کھدائی کرنے والا قبر سے مٹی نکال رہا تھا۔ اس سے کچھ مٹی اس پر پڑی۔ مٹی کا کچھ حصہ داڑھی کو بھی لگ گیا۔ بیٹی اس سے مٹی صاف کرنے لگ گئی تو اس سے مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ پھر میں اس کو دفن کر دیا جب وہ زندہ تھی۔ جب اسلام آگیا تو اس نے ایسے امور کو باطل قرار دیا اور ان کو معطل کر دیا۔)

اسی طرح معروف ادیب عباس محمود العقاد(۷) کی کتاب "عبقریۃ عمر" میں حضرت عمرؓ کے بیٹی کو زندہ دفن کرنے سے متعلق یہ عبارت موجود ہے۔ عقاد نے ماخذ و مصدر کا ذکر کیے بغیر نقل کی ہے۔ عقاد لکھتے ہیں :

''أنه رضي الله عنه كان جالساً مع بعض أصحابه، إذ ضحك قليلاً، ثم بكى، فسأله مَن حضر ،فقال:كنا في الجاهلية نصنع صنماً من العجوة، فنعبده، ثم نأكله ، وهذا سبب ضحكي، أما بكائي، فلأنه كانت لي ابنة، فأردت وأدها، فأخذتها معي، وحفرت لها حفرة، فصارت تنفض التراب عن لحيتي، فدفنتها حية''(٨)

(حضرت عمرؓ ایک دن صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے جب کچھ تھوڑا سا ہنسے تو اس کے بعد رونے لگ گئے۔ موجود افراد نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: ہم عہد جاہلیت میں عجوہ کھجور سے بت بنایا کرتے تھے پھر اس کی پرستش کرتے تھے اور پھر اس کو کھا لیتے تھے۔ یہ میرے ہنسنے کا سبب تھا اور میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ میری ایک بیٹی تھی۔ میں نے اس کو زندہ دفن کرنے کا فیصلہ کیا تو میں اسے ساتھ لے گیا اور اس کے لیے ایک گڑھا کھودا اور میری داڑھی پر لگنے والی مٹی جھاڑ رہی تھی مگر میں نے پھر بھی دفن کر دیا۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب وأد البنت کا قصہ درج ذیل وجوہ سے باطل ہے۔

وجہ اول: قبیلہ بنو عدی میں وأد البنات کی رسم کا نہ ہونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو عدی سے تھا۔ اور قبیلہ بنو عدی میں بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے کی عادت موجود نہ تھی اس کے درج ذیل دلائل ہیں:

۱۔ کتب تاریخ میں وأد البنات کی رسمِ قبیح میں مبتلا قبائل کے تذکروں میں قبیلہ بنو عدی کا نام مذکور نہیں۔

السمعانی لکھتے ہیں:

"كَانَ ذَلِكَ فِي قبيلتين: ربيعَة، وَمُضر، كَانَا يدفنان الْبَنَات وَهن حيات"[۹]

(اس میں مبتلا دو قبیلے تھے قبیلہ ربیعہ اور مضر، یہ دونوں قبیلے بیٹیوں کو زندہ دفن کیا کرتے تھے۔)

اسی طرح منقول ہے:

"قال قتادة: كان مضر وخزاعة يدفنون البنات أحياء، وأشدهم في هذا تميم"[۱۰]

(قتادہ نے کہا: مضر اور خزاعہ بیٹیوں کو زندہ دفن کیا کرتے تھے اور اس کام میں سب سے شدید بنو تمیم تھے۔)

اگر بنو عدی میں یہ بری عادت جاری ہوتی تو تاریخ کی کتب میں اس قبیلے کا نام ضرور مذکور ہوتا۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہنیں فاطمہ بنت خطاب[۱۱] اور صفیہ بنت خطاب تھیں۔[۱۲] ان دونوں بہنوں کا زندہ رہنا، نکاح فرمانا اور ایک عرصہ زندگی گزارنا اس بات کی علامت ہے کہ بنو عدی میں لڑکیوں کو زندہ دفنانے کی رسمِ بد بالکل بھی موجود نہ تھی اگر ہوتی تو یہ بیٹیاں کیسے زندہ رہتیں۔

اگر کوئی کہے کہ تاریخ عرب میں وأد بنات کے معاملے میں بنو عدی کا عدم ذکر لازم نہیں کرتا کہ وہ وأدِ بنات میں شریک نہ تھے کیونکہ عدمِ ذکر عدمِ وجود کو مستلزم نہیں۔ یہ اپنی جگہ درست اصول ہے کہ عدمِ ذکر سے یہ لازم نہیں آتا وہ واقعی اس عمل میں ملوث نہ تھے لیکن یہ اصول دو طرفہ ہے۔ اگر عدمِ ذکرِ عدمِ وجود کو مستلزم نہیں تو عدمِ ذکر، وجود و وقوع کو بھی مستلزم نہیں۔ اس لیے قرائن و حالات سے اندازہ ہو گا کہ کوئی چیز وقوع پذیر ہوئی یا نہیں۔ اسی طرح یہ بھی اصول ہے کہ جس مقام پر کسی چیز کا ذکر ضروری و لازم تھا اگر وہاں ذکر موجود نہ ہو تو عدمِ وجود کی دلیل ہو گا۔ بنو عدی کے معاملے میں قرائن یہی بتاتے ہیں کہ یہ قبیلہ اس بری عادت میں مبتلا نہیں تھا۔

وجہ دوم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کا تعداد اور ان کا طبعی عمریں گزارنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متعدد بیٹیاں تھیں۔ ان سب بیٹیوں کا طبعی زندگی گزارنا اور نکاح و اولاد کے سلسلوں سے گزرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب وأد البنت کے عمل کی نفی کرتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کثیر بنات زندہ رہیں اور طبعی عمر گزاری جب کہ وہ بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے والے تھے۔

کتب تاریخ ورجال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کے اسماو حالات مذکور ہیں۔ ذیل میں ان کا تعارف اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ حفصہ بنت عمر بن الخطاب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلا نکاح زینب بنت مظعونؓ سے کیا جو حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بہن تھیں۔ ان سے حضرت حفصہ، حضرت عبد اللہ بن عمر اور عبد الرحمان الاکبر پیدا ہوئے۔ [۱۳]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب وأد البنات کے قصے کی تردید درج ذیل وجوہات کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

۱۔ سب سے بڑی اور پہلی بیٹی حضرت حفصہ ہیں۔ بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔[۱۴] اگر دفن ہوتیں تو یہ ہوتیں نہ کہ نامعلوم بیٹی۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کنیت ابو حفص حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نام کے اختصار سے اختیار کی۔ حالانکہ انہی کے بھائی عبد اللہ بھی تھے۔ بیٹی کے نام سے کنیت پسند کرنے والا کیسے بیٹیوں کو دفن کرنے والا ہو سکتا ہے۔

۲۔ فاطمہ بنت عمر بن الخطاب

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام حکیم بنت الحارث بن ھشام سے پیدا ہوئیں۔[۱۵] عبد الرحمان بن زید بن الخطاب کی زوجہ تھیں۔[۱۶] ان سے عبد الرحمان اور عبد اللہ پیدا ہوئے۔[۱۷]

۳۔ عائشہ بنت عمر بن الخطاب

ان کی والدہ لھیہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ام ولد تھیں۔[۱۸] ان کے بارے انساب قریش میں صرف اتنا لکھا ہے

"وأما عائشة بنت عمر، فلم تخرج إلى زوج "[۱۹]

(عائشہ بنت عمر نے نکاح نہیں کیا۔)

۴۔ ام الولید بنت عمر بن الُخطاب

ایک روایت ام الولید بنت عمر بن الخطاب سے منقول ہے۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر نے ان سے نقل کیا ہے کہ ایک رات عشا کے وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا: لوگو! کیا تم حیا نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا کہ کس سے؟ فرمایا: تم جمع کرتے ہو جو تم کھاتے نہیں ہو، تم وہ عمارتیں بناتے ہو جن میں رہتے نہیں ہو، اور وہ امیدیں باندھتے ہو جو پا نہیں سکتے ہو۔ کیا تمہیں اس سے حیا نہیں آتی۔[۲۰]

۵۔ جمیلہ بنت عمر بن الخطاب

جمیلہ بنت عمر بن خطاب سے متعلق یہ روایت منقول ہے۔ نافع، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ کی ایک بیٹی تھی جسے عاصیہ کہا جاتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام جمیلہ رکھا۔

''عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ- أَنَّ ابْنَةً لِعُمَرَ كَانَ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةُ فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيلَةَ مِنْ رِوَايَةِ ابن أبى شيبة، من الْحَسَنِ بْنِ مُوسَى، عَنْ حَمَّادٍ وَرَوَى حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ- قال: كانت أم عاصي تُسَمَّى عَاصِيَةَ فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلم جميلة. ''(۲۱)

۶۔ صفیہ بنت عمر بن الخطاب

ابو نعیم اصفہانی نقل کرتے ہیں:

''عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، «كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ ''(۲۲)

(عکرمہ، ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ صفیہ بنت عمر بن الخطاب خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔)

ابن حجر لکھتے ہیں:

''صفية بنت عمربن الخطاب القرشية العدوية ذكرها الطّبرانيّ، وتبعه أبو نعيم، ثم أبو موسى ''(۲۳)

(صفیہ بنت عمر بن الخطاب القرشیہ العدویہ ان کا ذکر طبرانی نے کیا، ان کی اتباع ابو نعیم اور پھر ابو موسیٰ نے کی۔)

ابن الجوزیؒ نے تلقيح فهوم أهل الأثر في عيون التاريخ والسير میں ان کو بیٹی قرار دینے پر نقد کی ہے۔(۲۴)

۷۔ زینب بنت عمر بن الخطاب

ان کی والدہ فکیھہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی لونڈی (ام ولد تھیں)۔ (۲۵) زینب بنت عمر نے کا پہلا نکاح عبد الرحمن بن معمر بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن اَبي سلول سے ہوا۔ اس کے بعد عبد اللہ بن عکرمہ بن عبد الرحمن سے نکاح ہوا۔ اس کے بعد عبد العزیز عبد اللہ بن عبد اللہ بن سراقۃ بن المعتمر سے نکاح ہوا اور ان سے عثمان، حمید اور عیثمہ پیدا ہوئے۔(۲۶)

۸۔ رقیہ بنت عمر بن الخطاب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ، ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے یہ بیٹی تولد ہوئیں۔(۲۷)

تاریخ کے دھندلکوں میں یہ کھوج لگانا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کون سی اولاد قبل از قبول اسلام ہے اور کونسی بعد از قبول اسلام ہے سوائے حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول ﷺ کی اولاد کے، بہت مشکل امر ہے۔ بہر حال ان میں سے

اگر تین یا چار بیٹیاں بھی قبل از قبول اسلام پیدا ہوئیں اور بعد تک زندہ رہی ہیں تو یہ بات کی نفی کے لیے کافی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے والے نہ تھے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنھا بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعثت کے چھٹے سال اسلام لائے۔[۲۸] تو اس طرح جاہلیت کے ایام کے گیارہ سال بنتے ہیں کہ ان میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنھا کے بعد یقیناً مذکورہ بالا بیٹیوں میں سے کچھ تولد ہوئی ہوں گی۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس رسمِ تدفینِ بنات میں مبتلا ہوتے تو کوئی واقعہ ضرور ظہور کرتا۔

وجہ سوم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول صحیح روایت میں وأدالبنات میں عدم ذکر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک صحیح روایت منقول ہے جس میں آیت وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ سے متعلق سوال ہے اور پھر قیس بن عاصم کے بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے کا ذکر ہے۔ روایت کا متن یہ ہے۔

> ”ثنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُولُ وَسُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ {وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ} قَالَ: جَاءَ قَيْسُ بْنُ عَاصِمٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّي وَأَدَتُ ثَمَانِيَ بَنَاتٍ لِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ: أَعْتِقْ عَنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهَا رَقَبَةً ، قُلْتُ: إِنِّي صَاحِبُ إِبِلٍ، قَالَ: اهْدِ إِنْ شِئْتَ عَنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ بدنَةً“
>
> (سماک بن حرب بیان کرتے ہیں، انہوں نے نعمان بن بشیر سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے عمر بن الخطاب کو کہتے سنا جب اللہ کے فرمان (جب زندہ گاڑی لڑکی سے پوچھا جائے گا) کے بارے سوال کیا گیا۔ فرمایا: قیس بن عاصم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: میں جاہلیت میں اپنی آٹھ بیٹیاں زندہ دفن کیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے ہر ایک کے بدلے ایک گردن آزاد کر۔ کہا: میں اونٹوں والا آدمی ہوں۔ فرمایا: اگر چاہے تو ہر ایک کے بدلے ایک بدن ہدیہ کر دے۔)

اس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے والے کی آمد اور کفارے کا ذکر کیا۔ لیکن اپنی بیٹی کو زندہ دفن کرنے کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی خود کفارہ ادا کرنے کی کوئی بات کی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس عمل میں خود مبتلا رہے ہوں لیکن دوسرے صحابی کا ذکر کر کے خاموش ہو گئے ہوں۔ اس لیے اس روایت میں ان کا ذکر نہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ اس میں کبھی مبتلا نہیں ہوئے۔

آخر میں عقاد نے اس روایت پر جن شکوک کا اظہار اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں تین درج ذیل ہیں:

۱۔ قصہ کے اندر یہ بیان کہ حضرت عمر ایک ہی مجلس میں پہلے ہنسے اور فوراً بعد رونے لگے۔ یہ ایک عمومی انسانی طبیعت و مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ انسان ہنسنے اور رونے کو چند لمحوں میں اس طرح جمع نہیں کر سکتا جس میں ایک میکانکی تسلسل کا سا انداز پایا جاتا ہو۔

۲۔ ایک چھوٹی بچی جو بالکل نوزائیدہ اور نومولود ہو وہ داڑھی سے مٹی کیسے جھاڑ سکتی ہے ؟یعنی اسے نہ تو مٹی لگنے کا شعور ہو سکتا ہے اور نہ ہی ہاتھ بلند کر کے چہرے تک لے جانے کا شعور۔ اسی طرح اسے نہ تو کسی چیز کے گندا اور میلا ہونے کا شعور ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس گندگی اور میل کو ہٹانے کا شعور۔

۳۔ عرب کے تمام قبائل میں بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا مروج نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ کے قبیلے بنوعدی میں یہ رسمِ بد ہر گز نہیں تھی۔ حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ بنت خطاب، جو اپنے بھائی سے پہلے مسلمان ہوئیں جیسا کہ کتب میں منقول ہے اگر لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا حضرت عمرؓ کے خاندان میں مروج ہوتا تو آپ کی پھوپھیاں اور بہنیں کوئی ان میں زندہ مدفون کیا گیا ہوتا۔ اس لیے بنوعدی کے بارے میں معروف تاریخ میں کوئی ایسی بات منقول نہیں ہے۔

درج بالا تحقیق و تنقیح کو خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف اپنی ایک بیٹی کو زندہ درگور کرنے کی نسبت متعدد وجوہ سے غلط ہے۔ اولاً سنداً کہ ایسی کوئی روایت سندِ صحیح تو دور کی بات سند باطل کے ساتھ بھی منقول نہیں کہ سیدنا عمرؓ سے دورِ جاہلیت میں یہ فعلِ شنیع سرزد ہوا ہو۔ ثانیاً تاریخی اعتبار سے قبیلہ بنوعدی میں اس رسمِ قبیح کے جاری ہونے کا کوئی ثبوت اور قرینہ موجود نہیں۔ ثالثاً خود سیدنا عمرؓ کی متعدد بیٹیوں کا زندہ رہ کر طویل زندگی گزارنا اس سارے قصے کو مفروضہ قرار دیتا ہے۔۔ رابعاً ناقلینِ واقعہ نے اس کے اندر خلافِ عقل و فطرت چیزیں نقل کی ہیں جو عام انسانی مزاج و طبیعت کے خلاف ہیں۔ جس سے درایتاً اس کا غلط ہونا واضح ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ حدیث کے الفاظ ہیں۔ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِي جَهْلٍ، أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، قَالَ: فَكَانَ أَحَبَّهُمَا إِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ.(ابن حنبل، أحمد بن محمد بن حنبل (المتوفی:۲۴۱ھ)،فضائل الصحابة، تحقيق:د. وصي الله محمد عباس، مؤسسة الرسالة، بيروت، طبع اول، ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء، رقم حدیث : ۳۱۲،ج۱،ص۲۵۰)

۲۔ مانعین زکاۃ ومرتدین سے قتال کے موقعے پر حضرت عمرؓ کی رائے عدم قتال کی تھی تو سیدنا حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:جَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خَوَّارٌ فِي الْإِسْلَامِ محققین نے اس جملے کی نسبت حضرت ابو بکر سے مشکوک قرار دی ہے۔ہمارا مقصود صرف اپنی اس بات کی تائید لینا ہے کہ آپ عہدِ جاہلیت میں باجبروت تھے ۔(البیهقی، أحمد بن الحسین بن علي، أبو بكر(المتوفی:۴۵۸ھ)، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، دار الكتب العلمية، بيروت، طبع اول، ۱۴۰۵ھ، ج۲، ص۴۷۷،باب:خُرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى الله عليه وآله وَسَلَّمَ مَعَ صَاحِبِهِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ- رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- إِلَى الْغَارِ وَمَا ظَهَرَ فِي ذَلِكَ مِنَ الْآثَارِ

۳۔ ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، أبو عبد الله (المتوفی:۲۴۱ھ)،مسند الامام أحمد بن حنبل، تحقيق:شعيب الارنؤوط- عادل مرشد،وآخرون، إشراف:د۔ عبد الله بن عبد المحسن الترکی،مؤسسة الرسالة، بيروت، طبع اول،۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۱ء، ج۲۱، ص۴۰۵، رقم حدیث: ۱۳۹۹۰

۴۔ ایضاً،ج۱۶،ص۲۰۱، رقم حدیث:۱۰۲۹۵

۵۔ گیارھویں صدی ہجری کے معروف شیعہ عالم (الجزائری، نعمة الله، السيد (المتوفی:۱۱۱۲ھ)، الانوار النعمانیہ، تقدیم وتعلیق: محمد علی القاضی الطباطبائی، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، عنوان: دفن الخليفة ابنته، باب: نور فی الکبر والفخر وعلاجاتهما، طبع اول، ۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ھ، ج۳، ص۳۰۔۳۱)

۶۔ مصر کے شہر اسوان میں ۲۸ جون ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔شاعر، ادیب، صحافی اور سیاست دان کے حیثیت سے ہمہ پہلو زندگی گزاری۔۱۹۶۴ء میں انتقال ہوا۔

۷۔ عباس محمود عقاد، عبقرية عمر، شركة نهضة مصر، طبع دہم، ۲۰۰۶ء، ص۱۹۳

۸۔ السمعاني، أبو المظفر، منصور بن محمد بن عبد الجبار ابن أحمد المروزی التميمي الحنفي ثم الشافعي (المتوفی:۴۸۹ھ)، تفسير القرآن، تحقيق: ياسر بنابراهيم وغنيم بن عباس بن غنيم، دار الوطن، الرياض، طبع اول،۱۴۱۸/ ۱۹۹۷ء، ج۲۔ ص۱۴۹

۹۔ جواد علي، الدكتور (المتوفی:۱۴۰۸ھ)، المفصل فی تاريخ العرب قبل الاسلام، دار الساقي، طبع چہارم، ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء، ج۸، ص۱۳۵

۱۰۔ الاصبهاني، أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بنمهران (المتوفى: ۴۳۰ھ)، معرفة الصحابة، تحقيق: عادل بن يوسف العزازي، دار الوطن للنشر، الرياض، طبع اول، ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء، ج۶، ص۳۴۱۰

۱۱۔ ابن سعد، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء، البصري، البغدادي (المتوفى: ۲۳۰ھ)، الطبقات الكبریٰ، تحقيق: محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية، بيروت، طبع اول، ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء، ج۳، ص۳۰۶

۱۲۔ ابن اثیر، علي بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني الجزري، عز الدين، أبو الحسن (المتوفى: ۶۳۰ھ)، الكامل في التاريخ، تحقيق: عمر عبد السلام تدمري، دار الكتاب العربي، بيروت، طبع اول، ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء، ج۲، ص۴۳۱

۱۳۔ الصالحيي، محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى: ۹۴۲ھ)، سبل الرشاد والرشاد، في سيرة خير العباد،وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد، تحقيق وتعليق: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، الشيخ علي محمد معوض، دار الكتب العلمية بيروت، طبع اول، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء، ج۱۱، ص۱۸۴

۱۴۔ الطبقات الكبریٰ، ج۵، ص۳۷

۱۵۔ محمد بن حبيب بن أمية بن عمرو الهاشمي، بالولاء، أبو جعفر البغدادي (المتوفى: ۲۴۵ھ)، المحبر، تحقيق: إيلزة ليختن شتيتر، دار الآفاق الجديدة، بيروت، ص۱۰۱

۱۶۔ ابن قتیبہ الدینوری، أبو محمد عبد الله بن مسلم (المتوفى: ۲۷۶ھ)، المعارف، تحقيق: ثروت عكاشة،الهيئة المصرية العامة للكتاب، القاهرة، طبع دوم، ۱۹۹۲ء، ص۱۸۰

۱۷۔ عبد السلام بن محسن آل عیسی،دراسة نقدية في المرويات الواردة في شخصية عمر بن الخطاب وسياسته الإدارية رضي الله عنه، عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، المدينة المنورة، المملكة العربية السعودية، طبع اول، ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء، ص۲۴۸

۱۸۔ الزبیری، مصعب بن عبد الله بن مصعب بن ثابت بن عبد الله بن الزبير، أبو عبد الله (المتوفى: ۲۳۶ھ)، نسب قريش، تحقيق: ليفي بروفنسال، أستاذ اللغة والحضارة بالسوربون، دار المعارف، القاهرة، طبع سوم، ص۳۵۶

۱۹۔ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أُمِّ الْوَلِيدِ بِنْتِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَتْ: اطَّلَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ عَشِيَّةٍ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَمَا تَسْتَحْيُونَ ؟ قَالُوا: مِمَّ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ، ؟ قَالَ: تَجْمَعُونَ مَا لَا تَأْكُلُونَ، وَتَبْنُونَ مَا لَا تَعْمُرُونَ، وَتُؤَمِّلُونَ مَا لَا تُدْرِكُونَ، أَلَا تَسْتَحْيُونَ مِنْ ذَلِكَ ؟(معرفة الصحابة، ج۶، ص۳۵۷۲، رقم حديث: ۸۰۶۳

۲۰۔ ابن عبد البر، يوسف بن عبد الله بن محمد النمري القرطبي، أبو عمر (المتوفى: ۴۶۳ھ)، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، تحقيق: علي محمد البجاوي، دار الجيل، بيروت، طبع اول، ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء، ج۴، ص۱۸۰۳

۲۱۔ معرفة الصحابة، ج۶، ص۳۳۷۹، رقم حديث: ۷۷۲۴

۲۲۔ ابن حجر، أحمد بن علي بن محمد العسقلاني، أبو الفضل (المتوفى: ۸۵۲ھ)، الاصابة في تمييز الصحابة، تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود وعلى محمد معوض، دار الكتب العلميہ، بيروت، طبع اول، ۱۴۱۵ھ، ج۸، ص۲۱۶

۲۳۔ ابن الجوزی، جمال الدین أبي الفرج عبد الرحمن[۵۰۸ھ–۵۹۷ھ]، تلقیح فھوم الاثر في عیون التاریخ والسیر،شرکة دار الأرقم بن أبي الأرقم،بیروت، طبع اول،۱۹۹۷ء، ص۲۴۴

۲۴۔ ابن الجوزی، جمال الدین أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد (المتوفى:۵۹۷ھ)، المنتظم في تاریخ الامم والملوک، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، مصطفى عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء، ج۴، ص ۱۳۲

۲۵۔ نسب قریش، ص۳۵۶

۲۶۔ المقریزي، أحمد بن علي بن عبد القادر، أبو العباس الحسیني العبیدي، تقي الدین(المتوفى:۸۴۵ھ)،إمتاع الاسماع بما للنبي من الاحوال والاموال والحفدة والمتاع، تحقیق:محمد عبد الحمید النمیسي،دار الکتب العلمیہ،بیروت، طبع اول، ۱۴۲۰ھ /۱۹۹۹ء،ج۶،ص۱۴۷

۲۷۔ ابن حدیدہ،، محمد (أو عبد اللہ) بن علي بن أحمد بن عبد الرحمن بن حسن الأنصاري، أبو عبد اللہ، جمال الدین (المتوفى:۷۸۳ھ)،المصباح المضي في کتاب النبي الأمي ورسله إلى ملوك الأرض من عربي وعجمي، تحقیق:محمد عظیم الدین،عالم الکتب،بیروت،ج۱،ص ۵۴

۲۸۔ عبقریة عمر،ص۱۹۳،۱۹۴